ایمان کا معیار

حسن البنا شہیدؒ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَ لٰکِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَ لَمَّا یَدۡخُلِ الۡاِیۡمَانُ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ ؕ وَ اِنۡ تُطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَا یَلِتۡکُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِکُمۡ شَیۡئًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصّٰدِقُوۡنَ ﴿۱۵﴾

(الحجرات ۴۹:۱۴-۱۵) یہ بدوی کہتے ہیں کہ 'ہم ایمان لائے'۔ ان سے کہو، تم ایمان نہیں لائے، بلکہ یوں کہو کہ 'ہم مطیع ہو گئے'۔ ایمان ابھی تمھارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اختیار کرلو تو وہ تمھارے اعمال کے اجر میں بالکل کمی نہیں کرے گا، بلاشبہہ اللہ تعالیٰ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ حقیقت میں مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر انھیں کوئی شک نہیں ہوا، اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی سچے مومن ہیں۔

سورۂ حجرات کی مذکورہ آیات کے سلسلے میں امام بغویؒ کا خیال ہے کہ یہ آیات بنواسد کے اس وفد کے بارے میں نازل ہوئیں، جو قحط کے موقعے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اسلام کا اظہار کیا، حالانکہ حقیقت میں وہ مومن نہیں تھے۔

امام سدیؒ کہتے ہیں کہ ان آیات کا سببِ نزول وہ اعرابی ہیں، جن کا ذکر سورۂ فتح میں ہوا ہے۔ قبیلہ جہینہ، مزنیہ، اسلم اور غفار کے لوگ کہتے تھے کہ 'ہم ایمان لائے' تا کہ ان کی جان و مال

○ بانی الاخوان المسلمون۔ ترجمہ: ضمیر الحسن خان فلاحی

محفوظ ہوجائے، لیکن جب یہ لوگ حدیبیہ کی طرف چلے گئے تو اپنی بات سے پھر گئے۔

بہرحال، آیات کا سببِ نزول جو بھی ہو، مگر اس میں جو نکات بیان فرمائے گئے ہیں وہ گہرے غوروفکر کے طالب ہیں: پہلا نکتہ ایمان کی حقیقت اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات سے متعلق ہے اور دوسرا نکتہ ایمان و اسلام کا فرق ہے۔

ایمان کی حقیقت

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک عقیدہ ہے جو دل میں راسخ ہوتا ہے، نفس پر غالب آتا ہے اور قلب پر حکمرانی کرتا ہے۔ اسی لیے بندۂ مومن ہر وقت اپنے اس عقیدہ کو یاد رکھتا ہے، اس پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار رہتا ہے اور اس کے راستے میں ہر طرح کی قربانی اس کا شعار اور طرۂ امتیاز بن جاتی ہے۔ لیکن عزیز من! ایمان کے درجات مختلف ہوتے ہیں، سب کا ایمان یکساں و برابر نہیں ہوتا۔ تم کسی چیز کی تصدیق کرتے ہو، اس کے بارے میں سنتے ہو مگر جب اس کے بارے میں پڑھتے ہو تو اس پر تمھارا یقین و اعتماد پہلے سے بڑھ جاتا ہے۔ جب اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتے ہو تو یقین دل میں راسخ ہوجاتا ہے اور جب اس پر نگاہِ حقیقت پڑتی ہے اور اس کا ظاہر و باطن سامنے آتا ہے تو یہ یقین اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ⑧ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ⑨ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ⑩ (البقرہ ۲:۸-۱۰) بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں، حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں، مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور اُنھیں اِس کا شعور نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھا دیا، اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں، اُس کی پاداش میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

ٹھیک اسی طرح ایمان باللہ کے بھی مختلف مدارج ہیں۔ کچھ لوگ محض ایمان کا دعویٰ کرتے

ہیں لیکن اپنے دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے مگر حقیقت میں وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور اہلِ ایمان کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں لیکن اصلاً وہ خود دھوکے میں مبتلا ہیں اور انھیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں مرض ہے جسے اللہ نے اور بڑھا دیا ہے اور ان کے اس جھوٹ کی پاداش میں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

انسانوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو فراخی میں تو مومن ہوتی ہے مگر جب مصائب آتے ہیں تو اُلٹے پاؤں پھر جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّعۡبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرۡفٍ‌ ۚ فَاِنۡ اَصَابَهٗ خَيۡرُ ۨاطۡمَاَنَّ بِهٖ‌ ۚ وَاِنۡ اَصَابَتۡهُ فِتۡنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجۡهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ‌ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡخُسۡرَانُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۱﴾ (الحج ۲۲:۱۱) اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو کنارہ پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتے ہیں۔ اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گئے اور مصیبت آئی تو پھر گئے۔ ان کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی، یہ صریح خسارہ ہے۔

کچھ لوگ صرف زبانی مومن ہوتے ہیں، دل ایمان سے خالی ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو سورۂ حجرات کی مذکورہ آیتوں میں زیر بحث ہیں:

مومنین ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے دلوں کو ایمان سے طمانیت اور روح کو سکون ملتا ہے اور وہ اسے اپنی سعادت سمجھتے ہیں اور ہر چیز سے بڑھ کر اسی کے حریص ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں قرآن ان الفاظ سے یاد کرتا ہے:

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ (انعام ۶:۸۲) حقیقت میں تو امن انھی کے لیے ہے اور راہِ راست پر وہی ہیں جو ایمان لائے اور پھر اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔

ایمان کے اثرات

ایمان جب اس بلندی پر پہنچ جاتا ہے اور دلوں میں اس طرح جاگزیں ہو جاتا ہے تو انسان کی زندگی پر اس کے اثرات نظر آنے لگتے ہیں۔ کیونکہ ایمان کسی جامد چیز کا نام نہیں ہے بلکہ

وہ ایک زندہ حقیقت ہے۔ انسانی زندگی پر جو اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ دن سے زیادہ روشن وتابناک ہوتے ہیں، مثلاً:

● ایمان کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنی سعادت اور لازوال انعام سے محبت ہوجاتی ہے، ایسی محبت جو اس کی رگ وپے میں سرایت کرجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرہ ۲:۱۶۵) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر ومدمقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہوتے ہیں جیسی گرویدگی اللہ کے ساتھ ہونی چاہیے مگر اہلِ ایمان سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

● ایمان کا دوسرا اثر یہ ہوتا ہے کہ مومن وہ راحت وسکون محسوس کرتا ہے جس کے ہوتے ہوئے کسی قسم کی شقاوت کا احساس تک نہیں ہوتا، تعذیب کا کوئی ڈھنگ ان کے عقیدہ کو متزلزل نہیں کرپاتا۔ کہتے ہیں کہ ایک شخص کا اپنی بیوی سے کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ اس نے کہا اللہ کی قسم! میں تجھے ذلیل کرکے رہوں گا۔ بیوی نے مسکراتے ہوئے کہا: ذلت تمھارے اختیار میں نہیں ہے۔ اس نے حیرت سے پوچھا: کیوں؟ جواب دیا: میری سعادت، میرے ایمان میں ہے اور ایمان دل میں ہوتا ہے اور دل پر کسی کا زور نہیں چلتا۔

یہ وہ ایمان ہے جو صرف حقیقی مومن کو حاصل ہوتا اور ہوسکتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ جب قید کی مشقت ان پر طویل ہوگئی، تو ان کے شاگرد ان کی مزاج پُرسی کے لیے گئے اور رہائی کی کوششیں کرنے لگے۔ جب امام صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہا: ''قید کو مَیں خلوت گاہ، قتل کو شہادت اور جلاوطنی کو سیاحت تصور کرتا ہوں اور یہ سب تزکیۂ نفس کے انعامات ہیں''۔

اللہ اکبر! یہ ہے ایمان کی حقیقت جس کے ساتھ مصائب ومشکلات بھی نعمت وراحت محسوس ہوتے ہیں اور بڑے بڑے غم واندوہ سے انسان لذت گیر اور راحت محسوس کرتا ہے۔ کتنی سچی اور پیاری بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کا ہر معاملہ خیر ہے۔ نعمتیں ملتی ہیں تو سجدۂ شکر بجالاتا ہے اور جب مصائب آتے ہیں تو جادۂ صبر پر

قائم رہتا ہے۔(مسلم، کتاب الزہد والرقائق، حدیث: ۵۴۲۹)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ: ''اگر ان بادشاہوں کو معلوم ہوجائے کہ ہمیں ایمان میں کتنی لذت ملتی ہے تو وہ ہمیں قتل کرادیں''۔

● ایمان کا ایک اور اثر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے مومن اپنے ربّ کا عزیز بن جاتا ہے اور اسے اپنی عظمت کا احساس ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی نگاہ میں کوئی اس سے زیادہ عزیز نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کی عزّت وشوکت مخلوق سے نہیں بلکہ اللہ سے وابستہ ہے جو عزیزوں کا عزیز ہے۔

حقیقی ایمان کے نتیجے میں مومن کو وہ شجاعت نصیب ہوتی ہے جس کے سامنے بڑے بڑے جابر وظالم سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ اس کی نگاہ میں ساری مصیبتیں ہیچ ہوتی ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ (التوبہ۹:۱۱۱) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنّت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنّت کا وعدہ) اللہ کے ذمّے ایک پختہ وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟ پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چُکا لیا ہے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

ان سب کے ساتھ ایمان کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ پھر بندۂ مومن اللہ کی راہ میں اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اور آخری قطرۂ خون تک بہا دینے میں دریغ نہیں کرتا۔ مال سے جہاد کرتا ہے اور اپنی ساری دولت ایمان کے راستے میں نچھاور کردیتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ جنّت اسی میں ہے۔

ہمارے سامنے بہت سی آیات اور بکثرت احادیث ہیں جن سے ہم حقیقی ایمان سے آشنا ہوسکتے ہیں۔ ان آیات و احادیث کو بار بار پڑھنا چاہیے کہ ہم بھی مومنین صادقین کی صف میں

شامل ہو جائیں۔

ایمان اور اسلام کا فرق

اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا وہ ایمان کی حقیقت ہے۔ اب دوسرا نکتہ جو آیت زیر بحث میں ہے وہ ایمان و اسلام کا فرق ہے۔ اس پر لمبی لمبی بحثیں ہوئی ہیں۔ ہم ان لمبی بحثوں میں پڑ کر اپنا اور آپ کا وقت وقوت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ معاملہ بہت آسان اور سادہ ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے ایک روایت نقل کی ہے: ''ایک موقعے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو نوازا، جب کہ بعض دوسروں کو چھوڑ دیا۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا: اللہ کے رسولؐ! آپؐ نے فلاں اور فلاں کو تو دیا مگر فلاں کو کچھ بھی نہیں دیا حالانکہ وہ مومن ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: 'او مسلم'۔ حضرت سعدؓ نے تین بار اپنی بات دُہرائی اور ہر بار آپؐ نے یہی فرمایا: 'او مسلم'۔ آخر میں فرمایا: میں کچھ لوگوں کو نوازتا ہوں اور انھیں چھوڑ دیتا ہوں جو مجھے زیادہ محبوب ہیں، مبادا وہ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں''۔ (ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب الدلیل علٰی زیادۃ الایمان ونقصانہ، حدیث: ۴۰۸۴، نسائی، السنن الصغرٰی للنسائی، کتاب الایمان وشرائعہ، حدیث: ۴۹۳۰)

آپ نے دیکھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن و مسلم کے درمیان فرق کر کے بتادیا۔ اسلام اور ایمان میں یہی فرق ہے، یعنی اسلام، ایمان کا اعلٰی درجہ ہے۔ بعض جگہوں پر قرآن نے دونوں کو ایک ہی معنی میں بھی استعمال کیا ہے، مثلاً سورۂ ذاریات ۵۱: ۳۵-۳۶۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب لفظوں کا اختلاف ہے۔ مومن کا شیوہ یہ ہوتا ہے کہ: 'الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتا نہیں دانا'۔ وہ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے اور حقیقی ایمان سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

اللہ کے بندو! ہر چیز کی ایک علامت ہوتی ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے اور ہر عقیدہ کی کوئی نہ کوئی علامت ضرور ہوتی ہے۔ ایمان کی بھی کچھ علامتیں ہیں جن سے ایمان کا پتا چلتا ہے۔ اپنا جائزہ لیجیے کہ تم ایمان کے کس مقام پر ہو اور تمھارا اللہ پر یقین کتنا مضبوط و مستحکم ہے، تاکہ تم اپنے ایمان و یقین کے سلسلے میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہو کہ تمھیں اپنی گذشتہ زندگی پر پچھتاوا ہو۔

حضرت عمرؓ سے منقول ہے، انھوں نے فرمایا: حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا،

وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ، وَ اِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهٗ فِي الدُّنْيَا (سنن ترمذی، کتاب صفة القیامة، حدیث: ۲۴۴۱) ''حساب سے پہلے اپنا محاسبہ خود کرو اور قیامت کے روز بڑی پیشی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرلو، قیامت کے دن اس شخص کا حساب ہلکا ہوگا جو دنیا میں اپنا احتساب کرتا ہے''۔

● **باعزم و غیور:** میرے بھائی! ایمان کی ایک علامت یہ ہے کہ صاحبِ ایمان باعزم وغیور ہوتا ہے۔ وہ زبردست قوتِ ارادی کا مالک ہوتا ہے۔ حق کے سلسلے میں وہ کسی ملامت گر کی پروا نہیں کرتا اور اللہ کے سلسلے میں کسی بات کا خوف نہیں کرتا۔ اس کا دل اللہ کے خوف وخشیت سے اس قدر معمور ہوتا ہے کہ دوسروں سے ڈرنے کے لیے اس میں گنجایش نہیں ہوتی۔ وہ صرف اللہ سے ڈرتا ہے۔ اس لیے کسی اور سے نہیں ڈرتا۔ وہ اپنے عقیدہ کے تئیں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوتا اور اعداءِ دین سے مداہنت نہیں کرتا۔ وہ اس فرمانِ الٰہی کا پیکر ومصداق ہوتا ہے:

اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ (اٰل عمرٰن ۳:۱۷۳) یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے جب ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمھارے مقابلے میں بڑا لاؤ لشکر جمع کیا ہے، سو ان سے ڈرو۔ اس سے ان کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور کہا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے۔ وہ بہترین کارساز ہے۔

● **خود دار و بے باک:** صاحبِ ایمان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خود دار رہتا ہے۔ ظلم وناانصافی کو نہ برداشت کرتا ہے اور نہ کمزوری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ تمام قوتوں کا مالک اللہ ہے۔ عزّت وغلبہ، اللہ، رسولؐ اور مومنین کے لیے ہے۔ اس لیے وہ بڑی سے بڑی طاقت کو بھی خاطر میں نہیں لاتا اور اپنے عزیز مولیٰ پر کامل اعتماد کرتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ (محمد ۴۷:۱۱) ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ (انھیں یقین ہے) اللہ مومنوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

● **اللہ سے محبت:** مومن کا ایمان اللہ کی ذات اور صرف اللہ کی ذات پر ہوتا ہے۔ اس

لیے بھروسا بھی اسی پر کرتا ہے، اپنے تمام معاملات اسی کے حوالے کر دیتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ سارے اُمور اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ فیصلے کا اختیار بھی اسی کو ہے۔ اس لیے اس کو چھوڑ کر کہاں جائے اور کس سے فریاد کرے۔ وہ دل سے اللہ سے محبت کرتا ہے، اسے سب سے محبوب اپنا مولیٰ ہوتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرہ ۲:۱۶۵) اورلوگوں میں ایسے بھی ہیں جو غیراللہ کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے اور مانتے ہیں اور ان سے ایسے ہی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے کرنی چاہیے، جب کہ اہلِ ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

● **اہلِ ایمان سے محبت اور کفّار سے نفرت:** مومن کا ایک اور وصف یہ ہے کہ اسے اپنے مومن بھائیوں سے بے پناہ محبت اور کافروں سے شدید بُغض و نفرت ہوتی ہے۔ وہ دل سے ان سے نفرت کرتا ہے اور معاملات زندگی میں ان سے کوئی سروکار نہیں رکھتا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ (المجادلہ ۵۸:۲۲) جولوگ اللہ اور یومِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، انھیں تم نہیں دیکھو گے کہ خدا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی رکھیں، گو وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی یا ان کے خاندان ہی کے ہوں۔ یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے، اور اپنے فیضانِ خاص سے ان کی تائید کی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاۗءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاۗءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ (الممتحنہ ۶۰:۱) اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان سے دوستی گانٹھو، جب کہ وہ اس حق کے منکر ہیں جو تمھارے پاس آیا ہے۔

اس لیے مومن کی دشمنی بھی اللہ کے لیے ہوتی ہے اور دوستی بھی، جیسا کہ اللہ بزرگ و برتر کا فرمان ہے:

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ (الفتح ۴۸:۲۹) (میرے ساتھی) کفّار کے لیے انتہائی سخت اور باہم بڑے کریم وشفیق ہیں۔

● **اللہ پر کامل بھروسا:** ایمان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ بندۂ مومن کا تمام تر اعتماد و بھروسا اس چیز پر ہوتا ہے جو اللہ کے پاس ہے۔ اسے اپنی دولت پر بھروسا نہیں ہوتا۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اور اس اُمید ویقین کے ساتھ کرتا ہے کہ اللہ کے یہاں اس سے اچھا بدلہ ملے گا:

مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ ؕ (النحل ۱۶:۹۶) لوگو، جو کچھ تمھارے پاس ہے سب ختم ہوجائے گا اور جو اللہ کے یہاں ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

اللہ کے باایمان بندو! ایمان کی ان علامتوں، عزیمت، غیرت، توحید، توکّل، حُبِ الٰہی اور اللہ کے اجر کی اُمید کی روشنی میں اپنے ایمان کا جائزہ لو، اپنے گریبان میں جھانکو۔ اگر یہ علامتیں موجود ہیں اور وافر مقدار میں موجود ہیں تو اللہ کی توفیق پر شکر بجالاؤ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو اپنے آپ پر روؤ، اپنی گذشتہ زندگی پر آنسو بہاؤ اور اپنے دل کا علاج کراؤ۔ اپنے دل کو کسی دل کے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ، شاید اس کے پاس تمھیں اپنی بیماری کی دوا مل جائے۔ اور اللہ سے گڑگڑا کر دُعا کرو کہ وہ تمھیں جادۂ ایمان پر قائم کردے اور اہلِ یقین کے راستے کی توفیق دے دے۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: تین چیزیں جس کے اندر ہیں اسے ایمان کا ذائقہ مل گیا:

۱- اللہ اور رسولؐ اسے سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

۲- جس کسی سے محبت کرے صرف اللہ کی خاطر کرے۔

۳- اور کفر کی طرف پلٹنا اسے اتنا ہی ناگوار و ناپسند ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا۔ (بخاری، کتاب الایمان، حدیث:۱۶؛ مسلم، کتاب الایمان، حدیث ۸۵)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ایمان کا جائزہ لینے کی توفیق دے، آمین!